آوازِ نسواں (آن)

نیوزلیٹر

شمارہ نمبر 2، جنوری 2017ء (ششماہی)

مضامین

اداریہ	۱
آن کا چارٹر اور بنیادی اصول	۲
دلچسپ اعداد و شمار	۲
مقامی حکومت: 2015	۳
ایک ملاقات: محترمہ خاور ممتاز	۴
روشنی کے سفیر: کنیز فاطمہ (مزدوروں کے حقوق کے علمبردار)	۶
آن کا سفر: اکتوبر 2016 سے جنوری 2017 تک	۷
آن کے تربیتی اور معلوماتی مواد	۸

اداریہ

آن نیوز لیٹر کا دوسرا شمارہ کچھ نئی اور دلچسپ معلومات کے ساتھ حاضرِ خدمت ہے۔ آپ کو گذشتہ شمارہ ضرور پسند آیا ہوگا۔ اس شمارے میں ہم آپ کے لئے خواتین کی سیاسی شراکت کے حوالے سے کچھ دلچسپ اعداد و شمار، مقامی حکومت 2015ء کے احوال اور آن کے اب تک کے سفر کی صورتِ حال شامل کر رہے ہیں۔ اور ہمیشہ کی طرح ایک ملاقات کے عنوان سے ایک ایسی شخصیت کا انٹرویو بھی پیش کر رہے ہیں جو عورتوں کے حقوق کی علمبردار ہیں اور عورتوں کے قومی ادارے کی سربراہ ہیں۔ اس شمارے میں ہم نے اس بار ایک تاریخی اور سرگرم خاتون مزدور قائد کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے۔

ہم توقع کرتے ہیں کہ آن کا یہ سفر نہ صرف بڑی کامیابی کے ساتھ جاری رہے گا بلکہ ہماری اور بہنیں بھی اس میں اپنی آواز ملائیں گی اور اس کارواں کا حصّہ بنیں گی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آن میں وہ آوازیں بھی شامل ہونگی جو پہلے کبھی نہیں سنی گئیں یا ان کو کسی نہ کسی وجہ سے دبا دیا گیا ہو۔ اگر آپ اپنے علاقے میں کسی ایسی خاتون کو جانتی ہوں جنھوں نے عورتوں کے مسائل پر آواز اُٹھائی ہو یا عورتوں کی ترقی کے لئے کام کیا ہو۔ تو آپ ہمیں ان کے بارے میں ضرور لکھیں۔ ہم ان کا انٹرویو یا کہانی اپنے اگلے شمارے میں شامل کریں گے۔

دعا گو

ایڈیٹوریل کمیٹی

یاسمین زیدی، شکیلہ اصغر اور شبانہ عارف

CGaPS
CENTER OF GENDER AND POLICY STUDIES

Center of Gender and Policy Studies (CGaPS)
19, Mauve Area, St 13,
G-8/1, Islamabad.
Tel: +92 51 8480 303
E-mail: admn.cgaps@gmail.com,
Website: cgaps.org.pk

UNDEF The United Nations Democracy Fund

ہم اِس نیوز لیٹر کی اشاعت کے لیے United Nations Democracy Fund کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آن کا چارٹر

آن ملک بھر میں خواتین رائے دہندہ گان کا ایک غیر منافع بخش، غیر سیاسی اور رکنیت پر مبنی نیٹ ورک ہے۔ اس کا کسی سیاسی جماعت یا ادارے سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ بغیر کسی سیاسی، سماجی اور جغرافیائی تعصب کے پاکستان میں تمام خواتین رائے دہندہ گان کے مسائل کی نمائندگی کرتا ہے۔

آن کے بنیادی اصول

پاکستانی خواتین کے حقوق:

۱۔ اپنے آئینی حقوق کا استعمال۔

۲۔ سیاسی، اقتصادی اور سماجی شراکت اور ترقی۔

۳۔ تشدّد سے پاک زندگی۔

۴۔ ہر سطح کی فیصلہ سازی میں شرکت چاہے وہ گھر، علاقے یا محلے، کام کی جگہ یا سیاست میں ہو۔

۵۔ سیاسی جماعتوں، انتخابی امیدواران اور حقِ رائے دہی کے عمل کے بارے میں معلومات تک رسائی۔

۶۔ مقامی، صوبائی اور قومی انتخابات میں باخبر طریقے سے اپنا حقِ رائے دہی استعمال کرنے کی آزادی۔

۷۔ بلاخوف و تشدّد سیاسی امور میں شرکت۔

دلچسپ اعداد و شمار

دنیا بھر میں خواتین کی قومی اسمبلی میں تعداد 23 فی صد اور سینیٹ میں 22 فی صد ہے۔

جنوبی ایشیاء میں صورتِ حال یہ ہے

ملک	انتخابات	کل نشستیں	خواتین	خواتین کی فیصد ٪	195 ممالک میں نمبر
خواتین ممبران قومی اسمبلی - جنوبی اشیائی ممالک - نومبر 2016					
نیپال	نومبر 2013	595	176	29.60	48
پاکستان	مئی 2013	340	70	20.60	86
بنگلہ دیش	جنوری 2014	350	70	20	91
انڈیا	اپریل 2014	543	65	12	144
سری لنکا	اگست 2015	225	13	5.80	176
کل		**2053**	**394**		

عورتوں کے لئے ایک خوش آئند قدم

خواتین سیاستدانوں کی جدوجہد کی وجہ سے ایک اہم بل سینیٹ کے پارلیمانی امور کی اسٹنڈنگ کمیٹی نے پاس کیا۔ جس کے مطابق اگر کسی انتخابی حلقے میں 10 فی صد سے کم خواتین نے اپنا حقِ رائے دہندگی استعمال کیا ہو تو اس حلقے کے انتخابات کی نتائج کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور اس حلقے میں اگلے ایک ماہ کے اندر اندر الیکشن کمیشن دوبارہ انتخابات کروائے گا۔ (عوامی نمائندگی 1976 کے سیکشن 42) تمام بیلٹ پیپرز میں مرد اور خواتین رائے دہندہ گان کی الگ الگ اندراج کا خانہ شامل کیا گیا ہے۔ جس سے یہ پتہ چلے گا کہ کتنی عورتوں اور کتنے مردوں نے اپنا حقِ رائے دہی کا استعمال کیا ہے۔ (ضمنی شق 5A سیکشن 39)

مقامی حکومت 2015

مقامی حکومت منتخب عہدیداروں، سرکاری انتظامیہ اور عوام کے درمیان میل جول اور بات چیت کو آسان بنا دیتی ہے۔ یہ شہریوں خصوصاً عورتوں کو عوامی معاملات اور مقامی سیاست میں شرکت کا موقع فراہم کرتی ہے۔ تاکہ فیصلہ سازی میں ان کی آواز بھی شامل ہو جائے اور عہدیداروں کی جوابدہی کے عمل میں بھی تیزی آ جائے۔ مقامی حکومتوں کے ذریعے اختیارات نچلی سطح تک منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل پسماندہ طبقوں جیسے عام عورتوں، اقلیتی عورتوں اور معذور عورتوں کی جمہوری عمل میں شرکت کو آسان بناتی ہے۔ خدمات کی فراہمی مقامی حکومتوں کا بنیادی کام ہے۔ اگر مقامی کونسل میں عورتوں کی تعداد بڑھائی جائے تو وہ اپنے حلقے کی عورتوں کی بنیادی ضروریات کی بہتر نمائندگی کرتی ہیں۔

عورتوں کی طویل جدوجہد کے بعد 2001ء میں مقامی حکومتوں کی تمام سطحوں پر عورتوں کے لئے 33 فیصد نشستیں مخصوص کی گئی تھیں۔ جس کے نتیجے میں 36049 خواتین منتخب ہوگئیں۔ مختلف تربیتی پروگراموں اور نیٹ ورکنگ کے ذریعے ان کی قائدانہ اور مذکراتی صلاحیتوں، ہنر اور معلومات میں بھی اضافہ ہوا جس کی وجہ سے خواتین بڑی تعداد میں سیاسی عمل میں سامنے آئیں اور اپنے حلقوں میں عورتوں کی ترقی کی کوششوں میں پہل کی۔

2010ء میں اٹھارویں ترمیم کے تحت مقامی حکومتوں کے معاملات صوبوں میں منتقل کیے گئے۔ اب ہر صوبے کا اپنا مقامی حکومتوں کا ایکٹ پاس ہوا ہے۔ پاکستان میں یوں تو مقامی حکومتوں کی تین سطحیں ہیں۔ گاؤں یا محلّہ کونسل مقامی حکومت کی پہلی سطح ہے۔ جو کہ صرف خیبر پختون خوا کی مقامی حکومتوں کا حصہ ہے۔ کیونکہ یہاں پر یونین کونسل کی سطح ختم کر کے گاؤں یا محلّہ کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ باقی صوبوں میں یونین کونسل مقامی حکومتوں کی پہلی سطح، تحصیل کونسل دوسری اور ضلع کونسل تیسری سطح ہے۔ بڑے ٹاؤن اور شہروں میں میونسپل کونسل اور میٹروپولیٹن کارپوریشن ہوتی ہے۔ نئے ایکٹ کے تحت خواتین کی 33 فیصد نشستوں کو گھٹا کر خواتین تنظیموں کو کافی مایوس کر دیا گیا ہے۔ لیکن ایک خوش آئند بات یہ ہوئی ہے کہ کراچی اور اسلام آباد کے شہری حلقوں میں بڑی تعداد میں خواتین نے عام کونسلرز، یونین چیئرپرسن اور نائب چیئرپرسن کی نشستوں میں 2015ء کے مقامی انتخابات میں حصّہ لیا اور کامیاب بھی ہوئیں۔ گوشوارہ نمبر 1 یونین، گاؤں یا محلّہ کونسل کا مرکب پیش کرتا ہے۔

گوشوارہ نمبر 1۔ یونین، گاؤں یا محلّہ کونسل کا مرکب

صوبہ	چیئرمین	وائس چیئرمین	جنرل کونسلرز	مخصوص نشستیں: خواتین کونسلرز	مخصوص نشستیں: مزدور / کسان کونسلرز	مخصوص نشستیں: اقلیتی کونسلرز	مخصوص نشستیں: نوجوان کونسلرز	کل نشستیں	خواتین کی فیصد
پنجاب	1	1	6	2	1	1	1	13	16٪
سندھ	1	1	4	2	1	1	1	12	17٪
خیبر پختون خواہ	1	1	7	2	1	1	1	14	14٪
بلوچستان	1	1	7 تا 15 آبادی کے مطابق	عام نشستوں کا 33٪	عام نشستوں کا 5٪	آبادی کی بنیاد پر	-	-	33٪
اسلام آباد	1	1	6		1	1	1	13	15٪

اس وقت تمام صوبوں میں مقامی حکومت کے منتخب نمائندوں نے حلف تو اٹھا لیا ہے لیکن تمام صوبوں میں ابھی تک مالی، انتظامی اور سیاسی فیصلے مقامی سطح تک منتقل نہیں ہوئے ہیں۔ اور ترقیاتی فنڈز صوابدیدی فنڈز کے طور پر صوبائی حکومتیں استعمال کر رہی ہیں۔ پنجاب میں مقامی حکومت کے محکمے نے ابھی تک مقامی حکومتوں کے ایکٹ، خدمات اور پراجیکٹ کے بارے میں کوئی 44 نوٹیفیکشن اور 8 ہدایات جاری کئے ہیں۔ حال ہی میں پنجاب حکومت نے مقامی حکومتوں کے ایکٹ میں ترمیم کر کے مقامی حکومتوں کی کمیشن اور بورڈ کا قیام اور چیف آفیسرز کی تعیناتی شامل کئے ہیں۔ جس سے مقامی حکومتوں کے غیر موثر بننے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ عوام کی امید یہ ہے کہ مقامی حکومتیں فعال ہوں اور پسماندہ طبقوں جیسے عورتوں، غریبوں، اقلیتوں اور معذروں کے مسائل کو مقامی سطح پر حل کرنے کا اختیار اور صلاحیت رکھتی ہوں۔

2015ء کے مقامی انتخابات میں ملک بھر سے 29434 خواتین کونسلر، 13674 اقلیتی کونسلر اور 12931 نوجوان کونسلر اور 13674 کسان مزدور کونسلر مقامی حکومتوں کے تمام

سطحوں میں منتخب ہو گئے۔ گوشوارہ نمبر 2 میں ان نشستوں کی صوبائی تفصیل دی گئی ہے۔

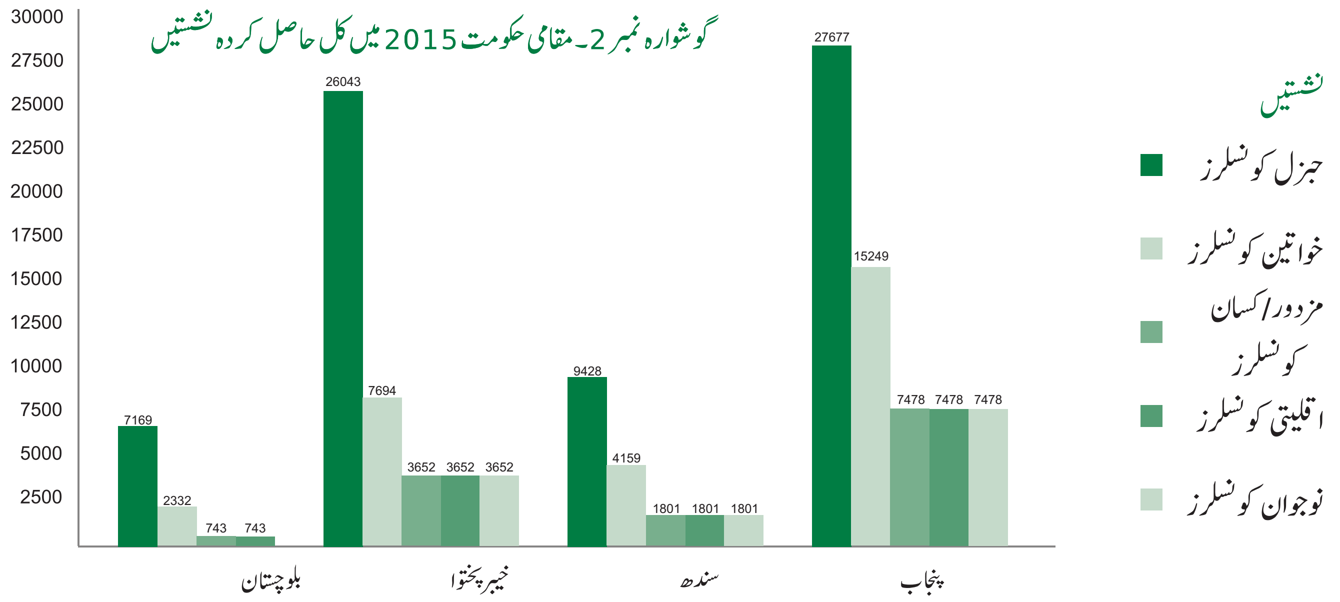

مقامی حکومتوں کے بعض منتخب نمائندوں نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں مثلاً سوات اور دیر میں میونسپل سہولیات اور خدمات عام لوگوں تک پہنچائی ہیں۔ جس میں کوڑا کرکٹ کو ٹھکانے لگانے اور اس کو دوبارہ کارآمد بنانے، صحت وصفائی، روشنی کا انتظام اور مقامی لوگوں کی شمولیت سے محفوظ نقل وحمل کا بندوبست وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح اسلام آباد میں خواتین کونسلرز نے ایک نیٹ ورک بنایا ہے جس کی 118 ارکان ہیں۔ 118 ارکان میں سے 2 خواتین کونسلرز فی یونین کونسل سے شامل ہوئی ہیں۔ اور 18 خواتین اسلام آباد میٹروپولیٹن کارپوریشن کے ارکان ہیں۔ خواتین کونسلرز کا یہ گروپ " کوکس (Caucus)" پارٹی مفادات سے مبرّا ہو کر خواتین کے مسائل پر کام کر رہا ہے۔ اس کا مقصد اسلام آباد کی مقامی ترقی میں عورتوں کو نہ صرف شامل کرنا ہے بلکہ عورتوں کے مسائل کو مقامی حکومتوں کے دھارے میں لانا ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختون خوا میں غیر سرکاری تنظیمیں مقامی حکومتوں کی استعدادِ کار کو بڑھانے کے لئے تربیتی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مقامی حکومتوں کی صلاحیتوں اور استعدادِ کار کو بڑھانے کے لئے عام کونسلرز، خواتین، نوجوان، مزدور کسان اور اقلیتی کونسلرز کے لئے مقامی حکومتوں کی ایکٹ اور مقامی ترجیحات کے تعین پر تربیت، سیکھنے کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے خواتین کونسلرز کے فورم، منتخب نمائندوں اور مقامی محکموں کے آپس کے مذاکرات، وسائل جیسے خیرات اور زکواۃ کا بہتر استعمال، کامیاب کونسلرز کے دوروں کا اہتمام اور ضلع کی سطح پر ورکشاپ اور تقریبات کا اہتمام کیا جائے۔ اختیارات کی جلد از جلد منتقلی کی جائے۔

خاور ممتاز — ایک ملاقات

محترمہ خاور ممتاز عورتوں کے حقوق کی علمبردار ایک معروف سماجی کارکن ہیں۔ جو عورتوں کے مسائل پر گہری نظر اور تجربہ رکھتی ہیں۔ وہ عورتوں کی سماجی تنظیم شرکت گاہ کے ساتھ 1988 سے وابسطہ رہیں اور عورتوں کی سیاسی ترقی، صنفی ترقی، عورت اور ماحولیات، عورتوں کی تولیدی صحت اور حقوق اور غربت کے مسائل کے حوالے سے مہارت بھی رکھتی ہیں۔ انھوں نے ان مسائل کے اوپر سماجی تنظیموں کی تربیت سے لے کر پالیسی کی سطح تک کام کیا ہے۔ ان کا کام تحقیق اور پالیسی پر مبنی ہے۔ ان کی دسمبر 2016 میں دوسری مرتبہ NCSW کی چیئر پرسن کے عہدے پر تعیناتی ہوئی ہے۔ اس شمارے میں ہم آپ کے لئے محترمہ خاور ممتاز کا ایک حالیہ انٹرویو شامل کر رہے ہیں جو انھوں نے آوازِ نسواں کے ریڈیو شو کے لئے دیا تھا۔

سوال: پاکستان میں عورتوں کا بحیثیت پارلیمان اور فیصلہ ساز سیاسی شمولیت کا پس منظر کیا رہا ہے؟

خاور ممتاز: 1947 سے پہلے کے الیکشن میں عورتوں کی شمولیت کا حق کافی محدود تھا۔ صرف وہی خواتین ووٹ ڈال سکتیں تھیں جن کے مردوں کو ووٹ ڈالنے کا حق تھا اور یہ حق اس بات پر ملتا تھا کہ ان کے پاس زمین کی ملکیت کتنی ہے؟ یعنی زمین کی ملکیت ووٹ ڈالنے کا حق تعین کرتی تھی۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کن عورتوں کے پاس یہ ملکیت ہوتی ہوگی اور یہ کس خاندان کی عورتیں ہوتیں تھیں۔ اس طرح زیادہ تر عورتیں حقِ رائے دہی کے عمل سے باہر ہی رہتیں تھیں۔ تحریک پاکستان میں پہلی دفعہ بے تحاشہ عورتیں باہر آئیں اور بے حد جوش وجذبے سے نکلیں۔ انھوں نے مظاہرے بھی کئے اور بھر پور طریقے سے حصّہ بھی لیا لیکن اس کے بعد الیکشن کی باری آئی تو

خواتین کا الیکشن میں کھڑا ہونا اوران کو ٹکٹ ملنا بھی مشکل ہو گیا۔1947 سے پہلے جو دو مسلمان عورتوں کو نشستیں دی گئی تھیں وہ بیگم شائستہ اکرام اللہ اور بیگم جہاں آرا شاہنواز تھیں۔اور یہ پہلی خواتین تھیں جو پاکستان بننے کے بعد قانون ساز اسمبلی میں بیٹھیں تھیں۔اس کے چالیس سال بعد1969 تک 100 خواتین نے مختلف وقتوں میں عورتوں کی نمائندگی کی۔اس طرح 1970 کے بعد 13 خواتین اسمبلی میں مخصوص نشستوں پر آئیں۔جنرل ضیاالحق کے زمانے میں جب مجلسِ شوریٰ بنائی گئی تو عورتوں کی 20 نشستیں بنادی گئیں جو کہ دس فیصد کے قریب تھیں۔اس وقت سب کچھ غیر جماعتی ہو رہا تھا تو سب خواتین چنیدہ تھیں۔اس کے بعد بھی جب پارٹی کے نمائندوں کے طور پر آئیں تو وہ بھی مخصوص نشستوں پر آئیں لیکن عورتوں کو یہ حق حاصل ہے اگر وہ چاہیں تو عام نشستوں پر بھی الیکشن لڑ کر آسکتیں ہیں۔آزادی کے بعد عورتوں کو Mainstream سیاست میں آنے میں کافی وقت لگا۔اب ہم اس دور سے بہت آگے آگئے ہیں جہاں مردوں اور عورتوں کے ووٹ کا حق برابر ہے۔اور یہ مثبت بات ہوگی۔یہ بھی دیکھنا ہے کہ جو عورتیں اب پالیمان میں بیٹھیں ہیں وہ کون ہیں؟ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ عورتوں کا سیاسی عمل میں حصّہ لینا کتنا مشکل ہے۔ہمارے ہاں عورتوں کا مقام ہی کتنا ہے؟

سوال: تاریخ کہتی ہے کہ جب تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو خواتین سڑکوں پر آئیں اور سیکریٹریٹ میں پاکستان کا جھنڈا لہرانے والا پہلا پاکستانی ایک خاتون تھیں۔اس وقت وہ سیاست میں سرگرم دکھائی دیتی ہیں۔لیکن جب نمائندگی کا وقت آتا ہے تو وہ بھی چنیدہ خواتین کی ہوتی ہے تو کیا وہ سیاسی عمل درمیاں میں ہی رک گیا؟

خاور ممتاز: عورتوں کو عام طور پر ووٹر کے طور پر لایا جاتا ہے۔ہر سیاسی تحریک میں عورتوں کو اس توقع کے ساتھ متحریک کیا جاتا ہے کہ جب تحریک ختم ہو تو وہ واپس اپنے گھروں کو جائیں اور چولہا ہانڈی سنبھال لیں۔لیکن اس کے باوجود عورتوں کے اندر ایک جذبہ تھا جب تحریکِ پاکستان کے دوران قیادت ان کے پاس جاتی ہے وہ فوراً اس کے جواب میں سامنے آتی ہیں۔

پاکستان کی جو پہلی قانون ساز اسمبلی بنی تھی اس کا ایک کام قانون سازی اور دوسرا آئین سازی تھا۔اس میں وہ لوگ آئے تھے جو 1947 سے پہلے کے الیکشن میں ان ہی علاقوں سے منتخب ہو کر آئے تھے اس وقت جو دو خواتین بیگم شائستہ اکرام اللہ اور بیگم جہاں آرا شاہنواز منتخب ہو کر آئیں اُن میں سے ایک پنجاب اور دوسری بنگال کی نمائندگی کرتی تھیں۔انھوں نے آزادی سے پہلے خاطر خواہ کام کیا تھا۔اور عورتوں کے لئے آواز اٹھائی تھی اور عورتوں کے لئے چارٹر بنایا تھا۔ان کا تعلق سیاسی خاندانوں سے تھا اور ان کے اندر ایک سیاسی سوجھ بوجھ تھی۔بیگم جہاں آرا شاہنواز تو لندن کے گول میز کانفرنس میں نمائندگی کرتی رہی تھیں اور انگریزوں کے ساتھ سیاسی مذاکرات میں حصّہ لیتی رہی تھیں۔تو وہ اپنے ساتھ ایک تجربہ لے کر آئی تھیں۔میرے تحقیق کے مطابق100 منتخب خواتین میں سے 25 خواتین کے بارے میں معلومات نہیں ہیں کہ وہ کہاں گئیں۔لیکن 75 نے چاہے وہ بعد میں اسمبلی میں رہیں یا نہیں۔مخصوص نشستوں میں بھی بھر پور طریقے سے کام کیا۔اپنا سارا وقت سیاست اور لوگوں کی خدمت میں گذارا۔نہ صرف عورتوں کے لئے کام کیا بلکہ ہر مسئلے پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔شروع سے آخر تک چار ایسے مسائل ہیں جو خواتین اُٹھاتی رہیں ہیں۔ان میں سے ایک عورتوں کو بھر پور نمائندگی دینے کا ہے۔اب بھی ہمارے یہاں عورتوں میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ خود اکیلی کھڑی ہو کر الیکشن لڑیں۔سیاسی پارٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کو خاطر خواہ تعداد میں سیاسی عمل میں لائیں۔

سوال: عورتوں میں کیوں دم خم نہیں ہے کہ وہ اکیلی الیکشن لڑسکیں؟

خاور ممتاز: عورتوں کی سیاست میں جتنی بھی دلچسپی ہو ان کے راستے میں سماجی روکاوٹیں آتی ہیں جیسے لوگوں کا ان کو قبول نہ کرنا ایک مسئلہ ہے حتیٰ کہ سیاسی جماعتیں بھی خواتین کو بحیثیت ووٹر لانے کے لئے ان کو متحرک کرتی ہیں۔ان سے منشور اور ان کے مسائل کے اوپر رائے نہیں لی جاتی۔ان سے توقع کی جاتی ہے کہ الیکشن میں ووٹ ڈالنے اور جلسے جلوسوں میں شرکت کے لئے باہر آئیں۔اور یہ دکھانے کے لئے بھی کہ جماعت میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔لیکن ان کو اختیارات بہت کم دیئے جاتے ہیں۔مسائل کو قیادت تک پہنچانے ،اپنا نقطہ نظر دینے اور فیصلہ سازی میں ان کے اختیارات ذرا کم ہیں۔

سوال: ایک قومی سطح کے ادارے کی سربراہ کی حیثیت سے آپ کے خیال میں عورتوں کی سیاسی عمل میں شمولیت کو موثر بنانے کے لئے الیکشن کمیشن کیا کردار ادا کر رہا ہے اور کیا کر سکتا ہے؟

خاور ممتاز: الیکشن کمیشن اس حد تک کام کرے گا جس حد تک قانون اجازت دیتا ہے۔قانون میں بہت سی چیزیں وضاحت سے دی گئی ہیں جیسے قومی اسمبلی میں 60 نشستیں عورتوں کی ہوں گی۔اور اس کے لئے طریقہ کار آئین نے متعین کیا ہے۔اور الیکشن سے پہلے ہر سیاسی جماعت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ کن خواتین کو اسمبلی میں دیکھنا چاہتی ہے؟ جبکہ الیکشن کمیشن کا کام منصفانہ الیکشن کروانا ہے جس میں کسی کو ووٹ ڈالنے سے نہ روکا جائے اور ووٹ ڈالنے میں سہولت دی جائے۔جہاں پر مشترکہ پولنگ بوتھ مشکل ہوں وہاں پر عورتوں کے لئے الگ بوتھ کا اہتمام کیا جائے۔اور ان کو تحفظ دیا جائے۔

سوال: 2013 کے الیکشن میں کچھ علاقوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے منع کیا گیا اور سیاسی جماعتوں نے باقاعدہ فیصلہ کیا کہ عورتیں اس میں حصّہ نہیں لیں گی۔اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گی؟

خاور ممتاز: الیکشن کمیشن تو اپنے رولز جو اسمبلی کو بھیجے اس میں کہا گیا تھا کہ اگر کسی کو

زبردستی اپنا حق رائے دہی استعمال کرنے سے روکا گیا جیسے کسی حلقے میں دس فی صد سے کم خواتین ووٹ ڈالیں تو اس حلقے کے الیکشن کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور اس حلقے میں دوبارہ الیکشن کروائے جائیں گے۔ لیکن اسمبلی نے اس رول کی توثیق نہیں کی۔ جبکہ باقی رولز کی توثیق کر دی گئی تھی۔ ہم اس کی ذمہ داری الیکشن کمیشن پر نہیں ڈال سکتے۔ پاکستان میں بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں ہر الیکشن میں سیاسی جماعتیں غیر رسمی طور پر یہ سمجھوتہ کر لیتی ہیں کہ عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے منع کیا جائے گا۔ لیکن دیر والے کیس میں الیکشن کمیشن کو باقاعدہ شکایات موصول ہوئیں تو الیکشن کمیشن نے وہاں دوبارہ الیکشن کروانے کا فیصلہ کیا۔ یہ کیس پشاور ہائی کورٹ میں چلا گیا۔ اس کیس میں NCSW بھی ایک فریق بنی۔ چوں کہ اس پر کوئی قانون نہیں بنا تھا تو پشاور ہائی کورٹ نے الیکشن کمیشن کے دوبارہ الیکشن کروانے کے فیصلے کو کالعدم قرار دیئے۔ اب یہ کیس سپریم کورٹ میں ہے۔

سوال: اگلے تین سال کے لئے آپ دوبارہ NCSW کی چیئر پرسن تعینات ہوئی ہیں آپ کے خیال میں NCSW اور صوبائی کمیشن PCSWs کو عورتوں کی سیاسی شمولیت کو یقینی اور شفاف بنانے کے لئے کیا کردار ادا کرنا چاہیئے؟ اور کیا تیاری کرنی چاہیے کہ عورتوں کو موثر طور پر شامل کریں؟

خاور ممتاز: دو تین عمل ایسے ہیں جن کو کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کسی حد تک شروع بھی ہو چکے ہیں۔ ایک تو الیکشن کمیشن کی الیکٹورل ریفارم کمیٹی کی سفارشات میں ایک یہ بھی ہے کہ کسی بھی حلقے میں عورتیں ووٹ ڈالنے نہیں آئیں تو وہاں کے الیکشن کا لعدم قرار دیئے جائیں گے۔ یہ بل پہلے نفیسہ شاہ پھر شیری رحمان نے پیش کیا تھا۔ NCSW کی کوشش یہ ہو گی کہ اس کے اوپر جلدی فیصلہ ہو جائے۔ اور جوائنٹ پارلیمانی سیشن میں یہ بل پاس ہونا ہے۔ ایک دفعہ قانون پاس ہو جائے تو اس کو آگے لے جانا آسان ہے۔ دوسرا الیکشن کے طریقہ کار کو دیکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ عورتوں کی مخصوص نشستوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ خواتین تنظیمیں چاہتی ہیں کہ یہ نشستیں 50 فی صد کر دی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا مطالبہ ہے کہ مخصوص نشستوں پر خواتین براہِ راست منتخب ہو کر آئیں۔ ابھی وہ سارے پاکستان کی عورتوں کی نمائندگی کر رہی ہیں اور 60 خواتین کتنی نمائندگی کر سکتی ہیں؟ اور کس جگہ کی عورت کی نمائندگی کر سکتی ہیں؟ اگر براہِ راست منتخب ہو کر آئیں گی ان کو پنے حلقے کے مسائل کے بارے میں معلوم ہو گا۔ ان کی آواز مضبوط ہو گی اور ان کو ایک تقویت بھی ملے گی۔ ابھی تو وہ پارٹی قیادت کی مرہونِ منت ہیں۔ دوسرا بہت اہم طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کے شناختی کارڈ بننے کے ساتھ ان کی ووٹر رجسٹریشن خود بخود ہو جائے۔ ہمارے یہاں عورت اور مرد ووٹر کی تعداد میں بہت فرق ہے۔ ووٹر رجسٹریشن مہم الیکشن سے ایک سال پہلے چلانا چاہیے۔ مختلف تنظیمیں تو یہ مہم چلا رہی ہیں۔ لیکن ہمیں اس کو ایک قومی مہم بنانے کی ضرورت ہے۔

سوال: سیاسی جماعتوں کے ڈھانچے میں کس قسم کی تبدیلی ضروری ہے کہ عورتوں کی حوصلہ افزائی ہو؟

خاور ممتاز: سیاسی جماعتیں عورتوں کو پارٹی کی فیصلہ سازی میں شامل کریں اور ان کو پارٹی ٹکٹ دیں۔ سیاسی کارکنوں خاص کر عورتوں کے پاس وسائل نہیں ہوتے کہ وہ انتخابی مہم چلائیں۔ سیاسی جماعتیں خواتین کے لئے انتخابی مہم چلائیں اور ان کو سپورٹ کریں۔ عورتوں میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے وہ سب کچھ کر سکتی ہیں اور کر کے دکھاتی ہیں۔

سوال: آپ خواتین کو کوئی پیغام دینا چاہیں گی؟

خاور ممتاز: میں عورتوں اور ان کے گھر والوں کو یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ جیسے ہی بچیاں 18 کی ہو جائیں ان کا شناختی کارڈ بنائیں اور ووٹرز کی فہرست میں رجسٹر کروائیں۔ یہ ذمہ داری گھر والوں کو اٹھانا چاہیئے۔ اب تو شناختی کارڈ بنانا آسان ہو گیا ہے۔

روشنی کی سفیر

کنیز فاطمہ

کنیز فاطمہ ایسے خاندان میں پیدا ہوئیں جہاں ٹریڈ یونینوں اور عوامی کاموں میں بھرپور حصہ لیا جاتا تھا۔ ان کے والد اور بڑے بھائی 1947 سے پہلے انڈیا کے کمیونسٹ جماعت کے سرگرم اراکین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کنیز فاطمہ نے کم عمری میں ہی قومی عوامی جماعت کی رکنیت اختیار کی۔ ۱۹۶۳ء میں پہلی دفعہ انھوں نے کراچی میں مزدوروں کی تحریک میں حصہ لیا اور ہڑتالی مزدوروں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر ان کی ۳ ماہ لمبی ہڑتال میں شرکت کی۔ اور اس علاقے کی عورتوں اور بچوں کو کراچی کے ریگل چوک میں جمع کیا اور ان کی مالی امداد کے لئے لوگوں سے چندا اکھٹا کیا۔

انھوں نے مولانا بھاشانی کی دعوت پر قومی عوامی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اور قومی عوامی جماعت میں بحیثیت نائب صدر کام کیا۔ اس طرح ان کو مولانا بھاشانی کے ساتھ قریب سے کام کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے ۱۹۷۰ کے عام انتخابات میں کراچی سے حصّہ لیا اور اپنے حلقے میں تیسرے نمبر پر رہیں۔ اور جب وہ جماعت کے لئے کام کر رہی تھیں تو راشد ٹکسٹائل مِل اور دوسری صنعتی علاقوں میں جا کر گیٹ میٹنگ کرنا شروع کیا۔ اس طرح سٹڈی سرکل بنائے۔ صدر ایوب خان کے دورِ حکومت میں ان کو کئی بار جیل بھیجا گیا اور کئی بار شہر بدر بھی کیا گیا۔ کراچی کی میونسپل کارپوریشن اور کراچی شپ یارڈ کے مزدوروں کے لئے انھوں نے بڑا کام کیا۔ ان مزدوروں کو کنیز فاطمہ کی قیادت پر اتنا یقین تھا کہ انھوں نے ان کی غیر موجودگی میں ان کو اپنی یونین کا صدر چنا۔

اور جب 1969ء وہ واپس کراچی آئیں تو ان کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔

کنیز فاطمہ ابھی حیات ہیں اور اب بھی کراچی کی ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں میں حصّہ لیتی ہیں۔ 2 مئی 2016 کو انھوں نے کراچی میں میونسپل کارپوریشن کی متحدہ ٹریڈ یونین کے جلسے سے خطاب کیا اور کہا کہ حکومت کو کسی طرح سے بھی اجازت نہیں دی جائے گی وہ کوڑا کرکٹ اٹھانے اور پارکینگ میں مامور مزدوروں کے کام کو کسی ایجنسی کے حوالے کر دے۔ بلکہ انھوں نے مطالبہ بھی کیا کہ مزدوروں کو وقت پر تنخواہیں ملنی چاہیے اور معاہدے کے تحت ملازمت دینے کی شرط کو ختم کیا جائے۔ اور مزدوروں کے بچوں کو کوٹے کے تحت ملازمتیں دی جائیں۔

آن کا سفر۔۔۔اکتوبر 2016 سے اب تک

۱۔ کمیونٹی کی خواتین کے ساتھ ملاقاتیں

تربیت یافتہ کالج طالبات نے اپنے گھروں، محلوں اور گاؤں میں 16050 خواتین کے ساتھ ملاقاتیں کی جس میں ان کو ان کے ووٹ کی اہمیت اور سیاسی سرگرمیوں میں بحیثیت ووٹر حصّہ لینے کی ترغیب دی۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ اکتوبر اور نومبر کے مہینے میں جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں ان خواتین کی نشاندہی ہوگئی جو آن میں دلچسپی رکھتی ہیں اور آن کے مقامی حلقے بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ اس مرحلے میں جہاں کچھ رکاوٹوں کا سامنا بھی ہوا وہاں حوصلہ افزاء کام بھی ہوئے۔ مثلاً نوشکی، ہنزہ اور گلگت میں شدید سردی، ایبٹ آباد اور ہری پور میں سکیوریٹی کے مسائل اور راجن پور میں سماجی رکاوٹوں کے باوجود ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

مقامی خواتین سے ملاقات: سندھ

۲۔ کمیونٹی خواتین کی تربیت

آن کے زیرِ اہتمام چاروں صوبوں میں 953 کمیونٹی خواتین کے لئے ایک روزہ

کمیونیٹی خواتین کا تربیتی ورکشاپ: خیبر پختونخوا

تربیت منعقد کی گئی۔ جنہوں نے آن کا حصّہ بننے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ حیدرآباد، لاڑکانہ، ملتان اور راجن پور کوئٹہ، گلگت، ہنزہ، ایبٹ آباد اور ہری پور میں تربیتی پروگراموں کا یہ مرحلہ جنوری کے آخر تک مکمل ہوگیا۔ نوشکی اور ہنزہ میں سردی اور گاؤں کے درمیاں فاصلوں کے باوجود خواتین قائدین نے تربیت کا انتظام کرلیا۔ ہنزہ میں خواتین نے جلدی سے مقامی حلقے تشکیل دینے پر زور دیا۔

۳۔۔مقامی حلقوں کی تشکیل

ابھی تک ملتان، راجن پور اور لاڑکانہ میں ۵ مقامی حلقے تشکیل پائے ہیں اور ان کی انتظامی کمیٹی کے عہدیداروں کے انتخاب کے لئے باقاعدہ الیکشن کروائے گئے جس میں حلقے کے اراکین نے بڑے جوش و خروش سے حصّہ لیا۔ اس طرح آن کی کامیابی کا سفر رواں دواں ہے۔ اور رواں سال کے پہلے سہ ماہی میں کل بیس مقامی حلقے تشکیل دیئے جائیں گے۔

مقامی حلقوں کی عہدیداروں کا انتخاب: پنجاب

۴۔ دیگر سرگرمیاں

☆ آن ریڈیو شو: اس دوران، ریڈیو پاکستان کے ساتھ مل کر آن کے قومی سکرٹریٹ نے پانچ ریڈیو شوز ریکارڈ اور نشر کروائے۔ جس میں چاروں صوبوں اور اسلام آباد سے ایسی خواتین کے انٹرویوز شامل کئے گئے جو عرصے سے خواتین کے مسائل پر کام کر رہی ہیں۔ ان شوز کو چاروں صوبوں میں سننا گیا اور کافی جگھوں میں سننے والوں کے سرکلز بنے اور ریڈیو شوز سننے کے بعد اپنی آراء اور مشوروں سے بھی آگاہ کیا۔ یہ ریڈیو شوز اب CD پر دستیاب ہیں اور آن کے ویب سائٹ پر بھی سنے جا سکتے ہیں۔ محترمہ شبانہ عارف کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ان شوز کو ریکارڈ اور نشر کروایا۔

- **آن ویب سائٹ:** آن کا اپنا ویب سائٹ بھی اس دوران ترتیب دیا گیا اور اب نیٹ ورک سے متعلق ساری معلومات www.aan.org.pk سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔
- **آن کے بارے میں معلوماتی بروشرز کی اشاعت:** اس دوران آن کے قومی سکریٹریٹ نے آن کے تعارفی بروشر اور رکنیت کے قوائد وضوابط تیار کئے اور 10 اضلاع میں خواتین قائدین اور خواتین تنظیموں اور مقامی حکومتوں کے منتخب نمائندوں میں تقسیم کئے۔
- **آن نیوز لیٹر:** یہ آن کا دوسرا نیوز لیٹر ہے۔ جس کے بارے میں ہمیں آپ کی آراء اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔

کیس سٹڈی

شازیہ کا تعلق لیاقت آباد کالونی حیدرآباد سے ہے۔ انہوں نے بی۔اے کیا ہے اور اپنے والد کے ساتھ مل کر چوڑیوں کا کاروبار کرتی ہیں۔ شازیہ نے ستمبر 2016 میں پیربھات کی تین روزہ تربیتی نشست کے ذریعے آوازِ نسواں نیٹ ورک کا حصّہ بنیں۔ وہ کہتی ہے کہ اس تربیتی پروگرام میں ان کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ خاص کر عورتوں کی سیاست میں شمولیت اور ووٹ کی اہمیت ان کے لئے نیا موضوع تھا۔ اس سے پہلے وہ سیاست کو اچھا نہیں سمجھتی تھیں اور ان کو یہ لگتا تھا کہ یہ جاگیرداروں اور وڈیروں کا کام ہے۔ مگر آوازِ نسواں میں شامل ہونے کے بعد احساس ہوا کہ وہ بھی آگے بڑھ کر سیاسی سر گرمیوں میں حصّہ لے سکتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اس پلیٹ فارم سے ہم لڑکیاں بھی اپنی آواز بلند کرسکتی ہیں۔ تاکہ ہماری بھی آواز بھی سنی جائے۔

آن کے تربیتی اور معلوماتی مواد

"آن کی رکنیت" کیسے اختیار کی جائے؟

کوئی شخص یا ادارہ آن کی رکنیت لینا چاہے تو اس کے لئے آن کے چارٹر اور مقاصد کو پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ وہ رکنیت کے لئے درخواست فارم پر کرکے مقامی حلقے یا قومی سیکریٹریٹ میں جمع کروائے جو آگے متعلقہ مقامی حلقے میں بھیجی جائے گی۔ اگر درخواست گزار کے علاقے میں کوئی مقامی حلقہ نہیں ہوگا تو قومی سیکریٹریٹ اس علاقے میں مقامی حلقہ تشکیل دینے میں سہولت فراہم کرے گی۔ آن کے ویب سائٹ www.aan.org.pk سے آپ رکنیت کا فارم پُر کرکے اس نیٹ ورک کا حصّہ بن سکتی ہیں۔

آن کے ساتھی تنظیمیں

- CGaPS — قومی سیکریٹریٹ
- WEEI — گلگت اور ہنزہ
- PIRBHAT — حیدرآباد اور لاڑکانہ
- عمراصغرخان فاؤنڈیشن (Omar Asghar Khan Foundation) — ایبٹ آباد اور ہری پور
- شرکت گاہ — ملتان اور راجن پور
- Struggle for Social Transformation — کوئٹہ اور نوشکی